اسلامی نظام معاشرت۔۳

تحفظات

یہ اسلامی نظام معاشرت کا پورا خاکہ تھا۔ اب آگے بڑھنے سے پہلے اس خاکے کی اہم خصوصیات کو پھر ایک نظر دیکھ لیجیے۔

(۱) اس نظام کا منشا یہ ہے کہ اجتماعی ماحول کو حتی الامکان شہوانی ہیجانات اور تحریکات سے پاک رکھا جائے، تاکہ انسان کی ذہنی و جسمانی قوتوں کو ایک پاکیزہ اور پرسکون فضا میں نشوونما اور ارتقاء کا موقع ملے اور وہ اپنی محفوظ اور مجتمع قوت کے ساتھ تعمیر تمدن میں اپنے حصہ کا کام انجام دے سکے۔

(۲) صنفی تعلقات تمام تر دائرۂ ازدواج میں محدود ہوں اور اس دائرے کے باہر نہ صرف انتشار عمل کو روکا جائے، بلکہ انتشارِ خیال کا بھی امکانی حد تک سدِ باب کر دیا جائے۔

(۳) عورت کا دائرۂ عمل مرد کے دائرہ سے الگ ہو، دونوں کی فطرت اور ذہنی و جسمانی استعداد کے لحاظ سے تمدن کی الگ الگ خدمات ان کے سپرد کی جائیں، اور ان کے تعلقات کی تنظیم اس طور پر کی جائے کہ وہ جائز حدود کے اندر ایک دوسرے کے مددگار ہوں، مگر حدود سے تجاوز کر کے کوئی کسی کے کام خلل انداز نہ ہو سکے۔

(۴) خاندان کے نظم میں مرد کی حیثیت قوام کی ہو اور گھر کے تمام افراد صاحبِ خانہ کے تابع رہیں۔

(۵) عورت اور مرد دونوں کو پورے انسانی حقوق حاصل ہوں، اور دونوں کو ترقی کے بہتر سے بہتر مواقع بہم پہنچائے جائیں، مگر دونوں میں سے کوئی بھی اُن حدود سے تجاوز نہ کر سکے جو معاشرت میں

اس کے لیے مقرر کردی گئی ہیں۔

اس نقشے پر جس نظام معاشرت کی تاسیس کی گئی ہے اُس کو چند ایسے تحفظات کی ضرورت ہے جن سے اس کا نظم اپنی جملہ خصوصیات کے ساتھ برقرار رہے۔ اسلام میں یہ تحفظات تین قسم کے ہیں۔

۱۔ اصلاح باطن

۲۔ تعزیری قوانین

۳۔ انسدادی تدابیر

یہ تینوں تحفظات نظام معاشرت کے مزاج اور اسکے مقاصد کی ٹھیک ٹھیک مناسبت ملحوظ رکھ کر تجویز کیے گئے ہیں، اور مل جل کر اسکی حفاظت کرتے ہیں۔

اصلاح باطن کے ذریعہ سے انسان کی تربیت اس طور پر کی جاتی ہے کہ وہ خود بخود اس نظام معاشرت کی اطاعت پر آمادہ ہو، عام اس سے کہ خارج میں کوئی طاقت اس کو اطاعت پر مجبور کرنے والی ہو یا نہ ہو۔

تعزیری قوانین کے ذریعہ سے ایسے جرائم کا سدباب کیا جاتا ہے جو اس نظام کو توڑنے اور اس کے ارکان کو منہدم کرنے والے ہیں۔

انسدادی تدابیر کے ذریعہ سے اجتماعی زندگی میں ایسے طریقے رائج کیے گئے ہیں جو سوسائٹی کے ماحول کو غیر طبعی ہیجانات اور مصنوعی تحریکات سے پاک کر دیتے ہیں اور صنفی انتشار کے امکانات کو کم سے کم حد تک گھٹا دیتے ہیں۔ اخلاقی تعلیم سے جن لوگوں کی اصلاح باطن مکمل نہ ہوئی ہو، اور جن کو تعزیری قوانین کا خوف بھی نہ ہو، انکی راہ میں یہ طریقے ایسی رکاوٹیں ڈال دیتے ہیں کہ صنفی انتشار کی جانب میلان رکھنے کے باوجود اُن کے لیے عملی اقدام بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ علاوہ بریں یہی وہ طریقے ہیں جو عورت اور مرد کے دائروں کو عملاً الگ کرتے ہیں، خاندان کے نظم کو اسکی صحیح اسلامی صورت

پر قائم کرتے ہیں، اور اُن حدود کی حفاظت کرتے ہیں جو عورتوں اور مردوں کی زندگی میں امتیاز قائم رکھنے کے لیے اسلام نے مقرر کی ہیں۔

اصلاح باطن

اسلام میں اطاعتِ امر کی بنیاد کلیتہً ایمان پر رکھی گئی ہے۔ جو شخص خدا اور اسکی کتاب اور اسکے رسول پر ایمان رکھتا ہو وہی شریعت کے اوامر و نواہی کا اصلی مخاطب ہے، اور اسکو اوامر کا مطیع اور نواہی سے مجتنب بنانے کے لیے صرف یہ علم ہو جانا کافی ہے کہ فلاں امر خدا کا امر ہے اور فلاں نہی خدا کی نہی ہے۔ پس جب ایک مومن کو خدا کی کتاب سے یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ فحش اور بدکاری سے منع کرتا ہے تو اسکے ایمان کا اقتضاء یہی ہے کہ وہ اس سے پرہیز کرے اور اپنے دل کو بھی اسکی طرف مائل ہونے سے پاک رکھے۔ اسی طرح جب ایک مومن عورت کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ اور اسکے رسول نے معاشرت میں اسکے لیے کیا حیثیت مقرر کی ہے تو اس کے بھی ایمان کا اقتضاء یہی ہے کہ وہ برضا و رغبت اس حیثیت کو قبول کرے، اور اپنی حد سے تجاوز نہ کرے۔ اس لحاظ سے زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح اخلاق اور معاشرت کے دائرے میں بھی اسلام کے صحیح اور کامل اتباع کا مدار ایمان پر ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام میں اخلاق اور معاشرت کے متعلق ہدایات دینے سے پہلے ایمان کی طرف دعوت دی گئی ہے اور دلوں میں اسکو راسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

یہ تو اصلاح باطن کا وہ اساسی ذریعہ ہے جس کا تعلق صرف اخلاقیات ہی سے نہیں بلکہ پورے نظام اسلامی سے ہے۔ اسکے بعد خاص کر اخلاق کے دائرے میں اسلام نے تعلیم و تربیت کا ایک نہایت حکیمانہ طریقہ اختیار کیا ہے جس کو مختصراً ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔

حیا۔ پہلے اشارۃً یہ کہا جا چکا ہے کہ زنا اور چوری اور جھوٹ اور تمام دوسرے معاصی جن کا ارتکاب فطرت حیوانی کے غلبہ سے انسان کرتا ہے اسکے سب فطرت انسانی کے خلاف ہیں۔ قرآن ایسے

تمام افعال کو "منکر" کے جامع لفظ سے تعبیر کرتا ہے۔ منکر کا لفظی ترجمہ "مجہول" یا "غیر معروف" ہے۔ ان افعال کو منکر کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ یہ ایسے افعال ہیں جن سے فطرت انسانی آشنا نہیں ہے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ جب انسان کی فطرت ان سے نا آشنا ہے، اور حیوانی طبیعت اس پر زبردستی ہجوم کر کے اسکو ان افعال کے ارتکاب پر مجبور کرتی ہے، تو خود انسان ہی کی فطرت میں کوئی ایسی چیز بھی ہونی چاہیے جو تمام منکرات سے نفرت کرنے والی ہو۔ شارع حکیم نے اس چیز کا پتہ چلا لیا ہے۔ وہ اسکو "حیار" سے تعبیر کرتا ہے۔

حیار کے معنی شرم کے ہیں۔ اسلام کی مخصوص اصطلاح میں حیار سے مراد وہ "شرم" ہے جو کسی امر منکر کی جانب مائل ہونے والا انسان خود اپنی فطرت کے سامنے اور اپنے خدا کے سامنے محسوس کرتا ہے۔ یہی حیار وہ قوت ہے جو انسان کو فحشار اور منکر کا اقدام کرنے سے روکتی ہے اور اگر وہ جبلتِ حیوانی کے غلبہ سے کوئی برا فعل کر گذرتا ہے تو یہی چیز اسکے دل میں چٹکیاں لیتی ہے۔ اسلام کی اخلاقی تعلیم و تربیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ حیار کے اسی چھپے ہوئے مادّے کو فطرتِ انسانی کی گہرائیوں سے نکال کر علم و فہم اور شعور کی غذا سے اُسکی پرورش کرتی ہے، اور ایک مضبوط حاسّۂ اخلاقی بنا کر اسکو نفس انسانی میں ایک کوتوال کی حیثیت سے متعین کر دیتی ہے۔ یہ ٹھیک ٹھیک اُس حدیث نبوی کی تفسیر ہے جس میں ارشاد ہوا ہے کہ لکل دینٍ خُلق وخلق الاسلام الحیاء "ہر دین کا ایک خلق ہوتا ہے، اور اسلام کا خلق حیار ہے۔" اور وہ حدیث بھی اسی مضمون پر روشنی ڈالتی ہے جس میں سرکار رسالتمآب نے فرمایا ہے کہ اذا لم تستحِ فاصنع ماشئت "جب تجھ میں حیا نہیں تو جو تیرا جی چاہے کر"، کیونکہ جب حیار نہ ہوگی تو خواہش جس کا مبدأ جبلّتِ حیوانی ہے، تجھ پر غالب آجائے گی، اور کوئی منکر تیرے لیے منکر ہی نہ رہے گا۔

انسان کی فطری حیار ایک ایسے اَن گھڑ مادّے کی حیثیت رکھتی ہے جس نے ابھی کوئی صورت اختیار نہ کی ہو۔ وہ تمام منکرات سے بالطبع نفرت تو کرتی ہے، مگر اس میں سمجھ بوجھ نہیں ہے،

اس وجہ سے وہ نہیں جانتی کہ کسی خاص فعل منکر سے اس کو کس لیے نفرت ہے۔ یہی نادانستگی رفتہ رفتہ اسکے احساسِ نفرت کو کمزور کر دیتی ہے حتیٰ کہ حیوانیت کے غلبہ سے انسان منکرات کا ارتکاب کرنے لگتا ہے اور اس ارتکاب کی پیہم تکرار آخر کار حیار کے احساس کو بالکل باطل کر دیتی ہے۔ اسلام کی اخلاقی تعلیم کا مقصد اسی نادانی کو دور کرنا ہے۔ وہ اسکو نہ صرف کھلے ہوئے منکرات سے روشناس کراتی ہے، بلکہ نفس کے چور خانوں تک میں نیتوں اور ارادوں اور خواہشوں کی جو برائیاں چھپی ہوئی ہیں اُنکو بھی اسکے سامنے نمایاں کر دیتی ہے، اور ایک ایک چیز کے مفسدوں سے اسکو خبردار کرتی ہے تاکہ وہ علیٰ وجہ البصیرت اس سے نفرت کرے۔ پھر اخلاقی تربیت اس تعلیم یافتہ شرم و حیار کو اس قدر حساس بنا دیتی ہے کہ منکر کی جانب ادنیٰ سے ادنیٰ میلان بھی اُس سے مخفی نہیں رہتا، اور نیت و خیال کی ذراسی لغزش کو بھی وہ تنبیہ کیے بغیر نہیں چھوڑتی۔

اسلامی اخلاقیات میں حیار کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ اس سے چھوٹا ہوا نہیں ہے۔ چنانچہ تمدن و معاشرت کا جو شعبہ انسان کی صنفی زندگی سے تعلق رکھتا ہے اُس میں بھی اسلام نے اصلاح اخلاق کے لیے اسی چیز سے کام لیا ہے۔ وہ صنفی معاملات میں نفس انسانی کی نازک سے نازک چوریوں کو پکڑ کر حیا کو اُن سے خبردار کرتا ہے اور اُنکی نگرانی پر مامور کر دیتا ہے۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں اس لیے ہم صرف چند مثالوں پر اکتفا کرینگے۔

دل کے چور قانون کی نظر میں زنا کا اطلاق صرف جسمانی اتصال پر ہوتا ہے۔ مگر اخلاق کی نظر میں دائرہ ازدواج کے باہر صنفِ مقابل کی جانب ہر میلان، ارادے اور نیت کے اعتبار سے زنا ہے۔ اجنبی کے حسن سے آنکھ کا لطف لینا، اسکی آواز سے کانوں کا لذت یاب ہونا، اس سے گفتگو کرنے میں زبان کا لوچ کھانا، اسکے کوچے کی خاک چھاننے کے لیے قدموں کا بار بار اٹھنا، یہ سب زنا کے مقدمات اور خود معنوی حیثیت سے زنا ہیں۔ قانون اس زنا کو نہیں پکڑ سکتا۔ یہ دل کا چور ہے اور صرف دل ہی کا

کوتوال اسکو گرفتار کر سکتا ہے۔ حدیث نبوی اسکی مخبری اس طرح کرتی ہے:۔

العینان تزنیان وزناھما النظر — آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کی زنا نظر ہے۔
والیدان تزنیان وزناھما البطش — اور ہاتھ زنا کرتے ہیں اور انکی زنا دست درازی ہے
والرجلان تزنیان وزناھما المشی — اور پاؤں زنا کرتے ہیں اور ان کی زنا اس راہ میں چلنا ہے۔
وزنا اللسان المنطق والنفس تمنیّ و تشتھی والفرج یصدق ذالک کلہ و یکذبہ۔ — اور زبان کی زنا گفتگو ہے۔ نفس تمنا اور خواہش کرتا ہے، آخر میں مخفی اعضاء یا تو ان سب کی تصدیق کر دیتے ہیں یا تکذیب۔

فتنۂ نظر نفس کا سب سے بڑا چور دروازہ ہے، اس لیے قرآن اور حدیث دونوں سب سے پہلے اسی کی گرفت کرتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے:۔

قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَالِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۔ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ (النور - ۴) — اے نبی مومن مردوں سے کہدو کہ اپنی نگاہوں کو (غیر عورتوں کی دید سے) باز رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر ہے اور اے نبی مومن عورتوں سے بھی کہدو کہ اپنی نگاہوں کو (غیر مردوں کی دید سے) باز رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

حدیث میں ہے:۔

ابن آدم لک اول نظرۃ وایاک والثانیۃ (الجصاص) — آدمی زادے! تیرے لیے پہلی نظر کی اجازت ہے مگر خبردار دوسری نظر نہ ڈالنا۔

حضرت علی سے فرمایا:۔

یا علی لا تتبع النظرۃ النظرۃ فان لک الاولی ولیس لک الاخرۃ

اے علی ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو پہلی نظر تو معاف ہے، مگر دوسری نظر نہیں۔

(ابوداؤد۔ باب ما یومر بہ من غض البصر)

حضرت جابرؓ نے پوچھا کہ اچانک نظر پڑ جائے تو کیا کروں۔ فرمایا فوراً نظر پھیر لو۔ (ابوداؤد باب مذکور)

جذبۂ نمائشِ حسن اسی فتنۂ نظر کا ایک شاخسانہ وہ بھی ہے جو عورت کے دل میں یہ خواہش پیدا کرتا ہے کہ اس کا حُسن دیکھا جائے۔ یہ خواہش ہمیشہ جلی اور نمایاں ہی نہیں ہوتی۔ دل کے پردوں میں کہیں نہ کہیں نمائشِ حسن کا جذبہ چھپا ہوا ہوتا ہے اور وہی لباس کی زینت میں، بالوں کی آرائش میں، باریک اور شوخ کپڑوں کے انتخاب میں اور ایسے ایسے خفیف جزئیات تک میں اپنا اثر ظاہر کرتا ہے جن کا احاطہ ممکن نہیں۔ قرآن نے ان سب کے لیے ایک جامع اصطلاح "تبرّجِ جاہلیہ" استعمال کی ہے۔ ہر وہ زینت اور ہر وہ آرائش جس کا مقصد شوہر کے سوا دوسروں کے لیے لذّتِ نظر بنتا ہو، تبرّجِ جاہلیت کی تعریف میں آجاتی ہے۔ اگر برقع بھی اس غرض کے لیے خوبصورت اور خوش رنگ انتخاب کیا جائے کہ نگاہیں اس سے لذت یاب ہوں تو یہ بھی تبرّجِ جاہلیت ہے۔ اس کے لیے کوئی قانون نہیں بنایا جا سکتا۔ اس کا تعلق عورت کے اپنے ضمیر سے ہے۔ اُس کو خود ہی اپنے دل کا حساب لینا چاہیے کہ اس میں کہیں یہ ناپاک جذبہ تو چھپا ہوا نہیں ہے۔ اگر ہے تو وہ اس حکم خداوندی کی مخاطب ہے کہ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ[1] (الاحزاب: ۴)۔ جو آرائش ہر بری نیت سے پاک ہو وہ اسلام کی آرائش ہے۔ اور جس میں ذرہ برابر بھی بری نیت شامل ہو وہ جاہلیت کی آرائش ہے۔

فتنۂ زبان شیطان نفس کا ایک دوسرا خطرناک ایجنٹ زبان ہے۔ کتنے ہی فتنے ہیں جو زبان کے

[1] "اسلام سے پہلے جاہلیت کے زمانہ میں جس بناؤ سنگھار کی نمائش تم کرتی پھرتی تھیں وہ اب نہ کرو۔"

ذریعہ سے پیدا ہوتے اور پھیلتے ہیں۔ مرد اور عورت بات کر رہے ہیں۔ کوئی بُرا جذبہ نمایاں نہیں ہے۔ مگر دل کا چھپا ہوا چور آواز میں حلاوت، لہجے میں لگاوٹ، باتوں میں گھلاوٹ پیدا کیے جا رہا ہے۔ قرآن اس چور کو پکڑ لیتا ہے۔

اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔ (الاحزاب: ۴)۔

اگر تمہارے دل میں خدا کا خوف ہے تو دبی زبان سے بات نہ کرو کہ جس شخص کے دل میں (بدنیتی کی) بیماری ہوگی وہ تم سے کچھ امیدیں وابستہ کر لیگا۔ بات کرو تو سیدھے سادھے طریقہ سے کرو، (جس طرح انسان انسان سے بات کیا کرتا ہے)۔

یہی دل کا چور ہے جو دوسروں کے جائز یا ناجائز صنفی تعلقات کا حال بیان کرنے میں بھی مزے لیتا ہے اور سننے میں بھی۔ اسی لطف کی خاطر عشق و محبت کے افسانے جھوٹ سچ ملا کر جگہ جگہ بیان کیے جاتے ہیں اور سوسائیٹی میں انکی اشاعت اس طرح ہوتی ہے جیسے پُولے پُولے آنچ لگتی چلی جائے۔ قرآن اس پر بھی تنبیہ کرتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ (النور: ۲)

جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے گروہ میں بیحیائی کی اشاعت ہو ان کے لیے دنیا میں بھی دردناک عذاب ہے اور آخرت میں بھی۔

فتنۂ زبان کے اور بھی بہت سے شعبے ہیں۔ اور ہر شعبہ میں دل کا ایک نہ ایک چور اپنا کام کرتا ہے۔ اسلام نے ان سب کا سراغ لگایا ہے اور ان سے خبردار کیا ہے۔

عورت کو اجازت نہیں کہ اپنے شوہر سے دوسری عورتوں کی کیفیت بیان کرے۔

لا تباشر المرأۃ المرأۃ حتی تصفھا لزوجھا کانہ ینظر الیھا۔ (ترمذی۔ باب ماجاء فی کراھیۃ مباشرۃ المرأۃ بالمرأۃ)

عورت عورت سے خلا ملا نہ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اسکی کیفیت اپنے شوہر سے اس طرح بیان کرے کہ گویا وہ خود اسکو دیکھ رہا ہے۔

عورت اور مردوں کو اس سے منع کیا گیا ہے کہ اپنے پوشیدہ ازدواجی معاملات کا حال دوسرے لوگوں کے سامنے بیان کریں، کیونکہ اس سے بھی فحش کی اشاعت ہوتی ہے۔ اور دلوں میں شوق پیدا ہوتا ہے۔ (ابوداؤد- باب مایکرہ من ذکر الرجل مایکون من اصابتہ اھلہٗ)۔

نماز با جماعت میں اگر امام غلطی کرے، یا اس کو کسی حادثہ پر متنبہ کرنا ہو تو مردوں کو سبحان اللہ کہنے کا حکم ہے۔ مگر عورتوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ صرف دستک دیں زبان سے کچھ نہ بولیں۔ (ابوداؤد باب التصفیق فی الصلوٰۃ۔ وبخاری باب التصفیق للنساء)۔

فتنۂ آواز بسا اوقات زبان خاموش رہتی ہے، مگر دوسری حرکات سے سامعہ کو متأثر کیا جاتا ہے۔ اس کا تعلق بھی نیت کی خرابی سے ہے، اور اسلام اسکی بھی ممانعت کرتا ہے۔

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ (۲۴ : ۴)۔ — اور وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلیں کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے (یعنی جو زیور وہ اندر پہنے ہوئے ہیں) اسکا حال معلوم ہو۔ (یعنی جھنکار سنائی دے)

فتنۂ خوشبو خوشبو بھی ان قاصدوں میں سے ایک ہے جو ایک نفس شریر کا پیغام دوسرے نفس شریر تک پہنچاتے ہیں۔ یہ خبر رسانی کا سب سے زیادہ لطیف ذریعہ ہے جس کو دوسرے تو خفیف ہی سمجھتے ہیں مگر اسلامی حیا اتنی حساس ہے کہ اسکی طبع نازک پر یہ لطیف تحریک بھی گراں ہے۔ وہ ایک مسلمان عورت کو اسکی اجازت نہیں دیتی کہ خوشبو میں بسے ہوئے کپڑے پہن کر راستوں سے گذرے یا محفلوں میں شریک ہو، کیونکہ اُس کا حسن اور اُسکی زینت پوشیدہ بھی رہی تو کیا فائدہ ہوا، اسکی عطریت تو فضا میں پھیل کر جذبات کو متحرک کر رہی ہے۔

قال النبی صلعم المرأۃ اذا استعطرت فمرت بالمجلس فھی کذا یعنی زانیۃ۔ (ترمذی باب ماجاء فی کراھیۃ خروج المتعطرۃ) — نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت عطر لگا کر لوگوں کے درمیان سے گذرتی ہے وہ آوارہ قسم کی عورت ہے

اذا شہدت احداکن | جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں جائے
المسجد فلا تمسن طیباً۔ (موطا و مسلم) | تو خوشبو نہ لگائے۔

طیب الرجال ما ظہر ریحہ | مردوں کے لیے وہ عطر مناسب ہے
وخفی لونہ وطیب النسأ ما ظہر | جس کی خوشبو نمایاں اور رنگ مخفی ہو۔ اور عورتوں
لونہ وخفی ریحہ (ترمذی۔ باب ماجأ | کے لیے وہ عطر مناسب ہے جس کا رنگ
فی طیب الرجال والنسأ۔ و ابوداؤد۔ باب ما | نمایاں اور خوشبو مخفی ہو۔
یکرہ من ذکر الرجال ما یکون من اصابتہ اہلہ)۔

فتنۂ عریانی ستر کے باب میں اسلام نے انسانی شرم و حیار کی جسقدر صحیح اور مکمل نفسیاتی تعبیر کی ہے اس کا جواب دنیا کی کسی تہذیب میں نہیں پایا جاتا۔ آج دنیا کی مہذب ترین قوموں کا بھی یہ حال ہے کہ ان کے مردوں اور انکی عورتوں کو اپنے جسم کا کوئی حصہ کھول دینے میں باک نہیں۔ ان کے ہاں لباس محض زینت کے لیے ہے، ستر کے لیے نہیں ہے۔ مگر اسلام کی نگاہ میں زینت سے زیادہ ستر کی اہمیت ہے۔ وہ عورت اور مرد دونوں کو جسم کے وہ تمام حصے چھپانے کا حکم دیتا ہے جن میں ایک دوسرے کے لیے صنفی کشش پائی جاتی ہے۔ عریانی ایک ایسی ناشائستگی ہے جس کو اسلامی حیا کسی حال میں بھی برداشت نہیں کرسکتی۔ غیر تو غیر اسلام اسکو بھی پسند نہیں کرتا کہ میاں اور بیوی ایک دوسرے کے سامنے برہنہ ہوں۔

اذا اتی احدکم اہلہ فلیستتر و | جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس
لا یتجرد تجرد العیرین (ابن ماجہ۔ باب | جائے تو اس کو چاہیے کہ ستر کا لحاظ رکھے، بالکل گدھوں
التستر عند الجماع) | کی طرح دونوں ننگے نہ ہو جائیں۔

قالت عائشہ ما نظرت الی | حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ

فرج رسول اللہ صلعم قط۔ (شمائل ترمذی) صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی برہنہ نہیں دیکھا۔

باب ماجاء فی حیاء رسول اللہ صلعم)

اس سے بڑھ کر شرم و حیا یہ ہے کہ تنہائی میں بھی عریاں رہنا اسلام کو گوارا نہیں اس لیے کہ اللہ احق ان یستحیی منہ "اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیا کی جائے" (ترمذی باب حفظ العورۃ)۔

حدیث میں آتا ہے کہ:-

ایاکم والتعری فان معکم من لا یفارقکم الا عند الغائط وحین یفضی الرجل الیٰ اہلہ۔ فاستحیوھم واکرموھم۔ (ترمذی۔ باب ماجاء فی الاستتار عند الجماع)	خبردار کبھی برہنہ نہ رہو کیونکہ تمہارے ساتھ خدا کے فرشتے لگے ہوئے ہیں جو تم سے جدا نہیں ہوتے بجز ان اوقات کے جن میں تم رفع حاجت کرتے ہو یا اپنی بیویوں کے پاس جاتے ہو۔ لہذا تم ان سے شرم کرو اور انکی عزت کا لحاظ رکھو۔

اسلام کی نگاہ میں وہ لباس درحقیقت لباس ہی نہیں جس میں سے بدن جھلکے اور ستر نمایاں ہو۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نساء کاسیات عاریات ممیلات مائلات رؤسھن کاسنمۃ البخت المائلۃ لا یدخلن الجنۃ ولا یجدن ریحھا (مسلم۔ باب النساء الکاسیات العاریات)۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورتیں کپڑے پہن کر بھی ننگی ہی رہیں اور دوسروں کو رجھائیں اور خود دوسروں پر ریجھیں اور بختی اونٹ کی طرح ناز سے گردن ٹیڑھی کر کے چلیں وہ جنت میں ہرگز داخل نہ ہوں گی بلکہ اس کی خوشبو بھی نہ پائیں گی۔

یہاں استیعاب مقصود نہیں۔ ہم نے صرف چند مثالیں اس غرض سے پیش کی ہیں کہ ان سے اسلام کے معیار اخلاق اور اسکی اخلاقی اسپرٹ کا اندازہ ہو جائے۔ اسلام سوسائٹی کے ماحول اور اسکی فضا کو فحشا و منکر کی تمام تحریکات سے پاک کر دینا چاہتا ہے۔ ان تحریکات کا سرچشمہ انسان کے باطن میں ہے

عبرتناک سزا کو دیکھ کر خوف زدہ ہو جائیں، کیونکہ قانون کا مقصد سوسائٹی کو جرائم سے پاک کرنا ہے نہ یہ کہ لوگ بار بار جرم کریں اور بار بار سزا بھگتیں۔

نظام معاشرت کی حفاظت کے لیے اسلامی تعزیرات نے جن افعال کو جرم مستلزم سزا قرار دیا ہے وہ صرف دو ہیں۔ ایک زنا۔ دوسرے قذف (یعنی کسی پر زنا کی تہمت لگانا)۔

حدِ زنا — زنا کے متعلق ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اخلاقی حیثیت سے یہ فعل انسان کی انتہائی پستی کا نتیجہ ہے۔ جو شخص اس کا ارتکاب کرتا ہے وہ دراصل اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ اسکی انسانیت حیوانیت سے مغلوب ہو چکی ہے اور وہ انسانی سوسائٹی کا ایک صالح رکن بن کر نہیں رہ سکتا۔ اجتماعی نقطۂ نظر سے یہ ان عظیم ترین جرائم میں سے ایک ہے جو انسانی تمدن کی عین بنیاد پر حملہ کرتے ہیں۔ ان وجوہ سے اسلام نے اسکو بجائے خود ایک قابل تعزیر جرم قرار دیا ہے، خواہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا جرم مثلاً جبر و اکراہ یا کسی شخص غیر کی حق تلفی شریک ہو یا نہ ہو۔ قرآن مجید کا حکم یہ ہے کہ:-

اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْکُمْ بِھِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْیَشْھَدْ عَذَابَھُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (النور: ۱)

زناکار عورت اور زناکار مرد، دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور قانون الٰہی کے معاملہ میں تم کو ان پر ہرگز رحم نہ کھانا چاہیے اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ اور جب ان کو سزا دیجائے تو مسلمانوں میں سے ایک جماعت ان کو دیکھنے کے لیے حاضر رہے۔

اس باب میں اسلامی قانون اور مغربی قانون میں بہت بڑا اختلاف ہے۔ مغربی قانون زنا کو بجائے خود کوئی جرم نہیں سمجھتا۔ اس کی نگاہ میں یہ فعل صرف اُس وقت جرم ہوتا ہے جب کہ اس کا ارتکاب جبر و اکراہ کے ساتھ کیا جائے یا کسی ایسی عورت کے ساتھ کیا جائے جو دوسرے شخص کے نکاح میں ہو۔ بالفاظ دیگر اس قانون کے نزدیک زنا خود جرم نہیں ہے بلکہ جرم دراصل جبر یا حق تلفی ہے۔ بخلاف اس کے

عبرتناک سزا کو دیکھ کر خوف زدہ ہو جائیں، کیونکہ قانون کا مقصد سوسائیٹی کو جرائم سے پاک کرنا ہے نہ یہ کہ لوگ بار بار جرم کریں اور بار بار سزا بھگتیں۔

نظام معاشرت کی حفاظت کے لیے اسلامی تعزیرات نے جن افعال کو جرم مستلزم سزا قرار دیا ہے وہ صرف دو ہیں۔ ایک زنا۔ دوسرے قذف (یعنی کسی پر زنا کی تہمت لگانا)۔

حدِ زنا زنا کے متعلق ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اخلاقی حیثیت سے یہ فعل انسان کی انتہائی پستی کا نتیجہ ہے۔ جو شخص اس کا ارتکاب کرتا ہے وہ دراصل اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ اسکی انسانیت حیوانیت سے مغلوب ہو چکی ہے اور وہ انسانی سوسائیٹی کا ایک صالح رکن بن کر نہیں رہ سکتا۔ اجتماعی نقطۂ نظر سے یہ ان عظیم ترین جرائم میں سے ایک ہے جو انسانی تمدن کی عین بنیاد پر حملہ کرتے ہیں۔ ان وجوہ سے اسلام نے اسکو بجائے خود ایک قابل تعزیر جرم قرار دیا ہے، خواہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا جرم مثلاً جبر واکراہ یا کسی شخص غیر کی حق تلفی شریک ہو یا نہ ہو۔ قرآن مجید کا حکم یہ ہے کہ:۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (النور: ۱)	زناکار عورت اور زناکار مرد، دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور قانون الٰہی کے معاملہ میں تم کو ان پر ہرگز رحم نہ کھانا چاہیے اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ اور جب ان کو سزا دیجائے تو مسلمانوں میں سے ایک جماعت ان کو دیکھنے کے لیے حاضر رہے۔

اس باب میں اسلامی قانون اور مغربی قانون میں بہت بڑا اختلاف ہے۔ مغربی قانون زنا کو بجائے خود کوئی جرم نہیں سمجھتا۔ اس کی نگاہ میں یہ فعل صرف اُس وقت جرم ہوتا ہے جب کہ اس کا ارتکاب جبر واکراہ کے ساتھ کیا جائے یا کسی ایسی عورت کے ساتھ کیا جائے جو دوسرے شخص کے نکاح میں ہو۔ بالفاظ دیگر اس قانون کے نزدیک زنا خود جرم نہیں ہے بلکہ جرم دراصل جبر یا حق تلفی ہے۔ بخلاف اس کے

اسلامی قانون کی نظر میں یہ فعل خود ایک جرم ہے، اور جبر و اکراہ یا حق غیر میں مداخلت سے اس پر ایک اور جرم کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس بنیادی اختلاف کی وجہ سے سزا کے باب میں بھی دونوں کے طریقے مختلف ہو جاتے ہیں۔ مغربی قانون زنا بالجبر میں صرف سزائے قید پر اکتفا کرتا ہے، اور منکوحہ عورت کے ساتھ زنا کرنے پر صرف عورت کے شوہر کو تاوان کا مستحق قرار دیتا ہے۔ یہ سزا جرم کو روکنے والی نہیں بلکہ لوگوں کو اور جرأت دلانے والی ہے۔ اسی لیے اُن ممالک میں جہاں یہ قانون رائج ہے، زنا کا ارتکاب بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اسکے مقابلہ میں اسلامی قانون زنا پر ایسی سخت سزا دیتا ہے جو سوسائٹی کو اس جرم اور ایسے مجرموں سے ایک طویل مدت کے لیے پاک کر دیتی ہے۔ جن ممالک میں زنا پر یہ سزا دی گئی ہے وہاں اس فعل کا ارتکاب کبھی عام نہیں ہوا۔ ایک مرتبہ حد شرعی کے جاری ہو جانے سے پورے ملک کی آبادی پر ایسی ہیبت چھا جاتی ہے کہ برسوں تک کوئی شخص اس کے ارتکاب کی جرأت نہیں کر سکتا۔ یہ مجرمانہ میلانات رکھنے والوں کے ذہن پر ایک طرح کا نفسیاتی آپریشن ہے جس سے اُن کے نفس کی خود بخود اصلاح ہو جاتی ہے۔

مغربی ضمیر سو کوڑوں کی سزا پر نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ انسان کو جسمانی تکلیف پہنچانا پسند نہیں کرتا، بلکہ اسکی اصلی وجہ یہ ہے کہ اسکے اخلاقی شعور کا نشو و نما ابھی تک ناقص ہے۔ وہ زنا کو پہلے صرف ایک عیب سمجھتا تھا، اور اب اسے محض ایک کھیل، ایک دلچسپ کھیل سمجھتا ہے جس سے دو انسان تھوڑی دیر کے لیے اپنا دل بہلا لیتے ہیں۔ اسلیے وہ چاہتا ہے کہ قانون اس فعل سے رواداری برتے، اور اس وقت تک کوئی باز پرس نہ کرے جب تک کہ زانی دوسرے شخص کی آزادی یا اس کے قانونی حقوق میں خلل انداز نہ ہو۔ پھر اس خلل اندازی کی صورت میں بھی وہ اسکو ایک ایسا جرم سمجھتا ہے جس سے بس ایک ہی شخص کے حقوق متاثر ہوتے ہیں، اس لیے معمولی سزا یا تاوان اس کے نزدیک ایسے جرم کی کافی سزا ہے۔

ظاہر ہے کہ جو شخص زنا کا یہ تصور رکھتا ہو وہ اس فعل پر سو کوڑوں کی سزا کو ایک ظالمانہ سزا ہی سمجھے گا

مگر جب اس کا اخلاقی و اجتماعی شعور ترقی کرے گا اور اس کو معلوم ہوگا کہ زنا خواہ بالرضا ہو یا بالجبر، اور خواہ بیاہی ہوئی عورت کے ساتھ ہو یا بن بیاہی کے ساتھ، بہر حال وہ ایک اجتماعی جرم ہے، اور پوری سوسائٹی پر اس کے نقصانات عائد ہوتے ہیں، تو سزا کے متعلق بھی اس کا نظریہ خود بخود بدل جائیگا۔ اسے تسلیم کرنا پڑیگا کہ سوسائٹی کو ان نقصانات سے بچانا ضروری ہے۔ اور چونکہ زنا کی تحریک کرنے والے اسباب انسان کی حیوانی جبلت میں نہایت گہری جڑیں رکھتے ہیں، اور ان جڑوں کو محض قید و بند اور مالی تاوان کے زور سے نہیں اکھاڑا جا سکتا، لہذا اس کا سد باب کرنے کے لیے شدید تدابیر استعمال کیے بغیر چارہ نہیں۔ ایک شخص یا دو شخصوں کو شدید جسمانی آزار پہونچا کر لاکھوں اشخاص کو بے شمار اخلاقی اور عمرانی مضرتوں سے بچا دینا اس سے بہتر ہے کہ مجرموں کو تکلیف سے بچا کر ان کی پوری قوم کو ایسے نقصانات میں مبتلا کیا جائے جو آئیوالی بے گناہ نسلوں تک بھی متوارث ہونے والے ہوں۔

سو کوڑوں کی سزا کو ظالمانہ سزا قرار دینے کی ایک وجہ اور بھی ہے جو مغربی تہذیب کی بنیادوں پر غور کرنے سے بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں اس تہذیب کی ابتدا ہی جماعت کے مقابلہ میں فرد کی حمایت کے جذبہ سے ہوئی ہے اور اس کا سارا خمیر انفرادی حقوق کے ایک مبالغہ آمیز تصور سے تیار ہوا ہے، اسلیے فرد خواہ جماعت پر کتنا ہی ظلم کرے، اہل مغرب کو کچھ زیادہ ناگوار نہیں ہوتا بلکہ اکثر حالات میں وہ اسے بخوشی گوارا کرتے ہیں، البتہ جماعتی حقوق کی حفاظت کے لیے جب فرد پر ہاتھ ڈالا جاتا ہے تو انکے رونگٹے کھڑے ہونے لگتے ہیں اور انکی ساری ہمدردیاں جماعت کے بجائے فرد کے ساتھ ہوتی ہیں۔ علاوہ بریں تمام اہل جاہلیت کی طرح جاہلیت مغرب کے پیروؤں کی بھی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ معقولات کے بجائے محسوسات کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ جو نقصان ایک فرد پر مترتب ہوتا ہے وہ چونکہ محدود شکل میں محسوس طور پر ان کے سامنے آتا ہے اسلیے وہ اسے ایک امر عظیم سمجھتے ہیں۔ بخلاف اسکے وہ اس نقصان کی اہمیت کا ادراک نہیں کر سکتے جو وسیع پیمانے پر تمام سوسائٹی اور اسکی آئندہ نسلوں

کو پہنچتا ہے کیونکہ وہ اپنی وسعت اور اپنی دور رسی کی بنا پر محسوس نہیں ہوتا۔

حد قذف زنا کے جو نقصانات ہیں، انہی سے ملتے جلتے نقصانات تہمت زنا (قذف) کے بھی ہیں۔ کسی شریف عورت پر زنا کی جھوٹی تہمت لگانا تنہا اسی ایک کے لیے بدنامی کا موجب نہیں بلکہ اس سے خاندانوں میں دشمنی پھیلتی ہے، انساب مشتبہ ہو جاتے ہیں، ازدواجی تعلقات میں خرابی واقع ہوتی ہے، اور ایک شخص محض ایک مرتبہ زبان ہلا کر بیسیوں انسانوں کو برسوں کے لیے مبتلائے عذاب کر دیتا ہے۔ قرآن نے اس جرم کے لیے بھی سخت سزا تجویز کی ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (النور: ۱)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر الزام لگائیں پھر چار گواہ اس کے ثبوت میں نہ پیش کریں ان کو اسی کوڑے لگاؤ اور آیندہ کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو۔ ایسے لوگ خود ہی بدکار ہیں۔

انسدادی تدابیر

اس طرح اسلام کا قانونِ فوجداری اپنی سیاسی طاقت سے ایک طرف تو بدکاری کو زبردستی روک دیتا ہے، اور دوسری طرف سوسائٹی کے شریف ارکان کو بدنیت لوگوں کی بدزبانی سے بھی محفوظ کر دیتا ہے۔ اسلام کی اخلاقی تعلیم انسان کو اندر سے درست کرتی ہے تاکہ اس میں بدی اور گناہ کی طرف رجحان ہی پیدا نہ ہو، اور اس کا تعزیری قانون اس کو باہر سے درست کرتا ہے، تاکہ اخلاقی تربیت کے ناقص رہ جانے سے اگر اس قسم کے رجحانات پیدا ہو جائیں، اور وہ قوت سے فعل میں آنے لگیں تو ان کو بجبر روک دیا جائے۔ ان دونوں تدبیروں کے درمیان چند مزید تدبیریں اس غرض کے لیے اختیار کی گئی ہیں کہ اصلاح باطن کی اخلاقی تعلیم کے لیے مددگار رہوں۔ ان تدبیروں سے نظام معاشرت کو اس طرح درست کیا گیا ہے کہ اخلاقی تربیت کے نقائص سے جو کمزوریاں افرادِ جماعت میں باقی رہ جائیں ان کو

تمتع کرنے اور قوت سے فعل میں آنے کا موقع ہی نہ مل سکے۔ سوسائٹی میں ایک ایسا ماحول پیدا ہو جائے جس میں بُرے میلانات کو نشوونما دینے والی آب و ہوا مفقود ہو، ہیجان انگیز تحریکات ناپید ہوں، صنفی انتشار کے اسباب انتہائی حد تک کم ہو جائیں، اور ایسی تمام صورتوں کا سدباب ہو جائے جن سے نظام تمدن میں برہمی پیدا ہونے کا امکان ہو۔

اب ہم تفصیل کے ساتھ ان تدبیروں میں سے ایک ایک کو بیان کرتے ہیں۔

لباس اور ستر کے احکام اصلاح معاشرت کے سلسلہ میں اسلام کا پہلا کام یہ ہے کہ اس نے برہنگی کا استیصال کیا اور مردوں اور عورتوں کے لیے ستر کے حدود مقرر کر دیے۔ اس معاملہ میں عرب جاہلیت کا جو حال تھا، آج کل کی مہذب ترین قوموں کا حال اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔ وہ ایک دوسرے کے سامنے بے تکلف ننگے ہو جاتے تھے[1]۔ غسل اور قضاء حاجت میں پردہ کرنا ان کے نزدیک غیر ضروری تھا۔ کعبہ کا طواف بالکل برہنہ ہو کر کیا جاتا تھا اور اسے ایک اچھی عبادت سمجھا جاتا تھا[2]۔ عورتیں تک طواف کے وقت برہنہ ہو جاتی تھیں[3]۔ ان کی عورتوں کا لباس ایسا تھا جس میں سینہ کا کچھ حصہ کھلا رہتا تھا اور بازو کمر اور پنڈلیوں کے بھی بعض حصے کھل جاتے تھے[4]۔ بالکل یہی کیفیت آج یورپ، امریکہ اور جاپان کی بھی ہے، اور مشرقی

[1] حدیث میں آیا ہے کہ حضرت مسور بن مخرمہ ایک پتھر اٹھائے ہوئے آرہے تھے۔ راستہ میں تہہ بند کھل کر گر پڑا اور وہ اسی حال میں پتھر اٹھائے چلے آئے۔ آنحضرت نے دیکھا تو فرمایا کہ جاؤ پہلے اپنا جسم ڈھانکو اور ننگے نہ پھرا کرو (مسلم باب الاعتناء بحفظ العورہ)

[2] ابن عباس، مجاہد، طاؤس اور زہری کی متفقہ روایت ہے کہ کعبہ کا طواف برہنگی کی حالت میں کیا جاتا تھا۔

[3] مسلم کتاب التفسیر میں عرب کی یہ رسم بیان کی گئی ہے کہ ایک عورت برہنہ ہو کر طواف کرتی، پھر حاضرین سے کہتی کہ "کون مجھکو ایک کپڑا دیتا ہے تاکہ میں اس سے اپنا بدن ڈھانکوں"۔ اس طرح مانگنے والی کو کپڑا دینا ایک ثواب کا کام سمجھا جاتا تھا۔

[4] تفسیر کبیر۔ آیہ ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن۔

ممالک میں بھی کوئی نظام معاشرت ایسا نہیں ہے جس میں کشف وستر کے حدود باقاعدہ مقرر کیے گئے ہوں۔

اسلام نے اس باب میں انسان کو تہذیب کا پہلا سبق دیا۔ اس نے بتایا کہ:

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِکُمۡ وَرِیۡشًا۔ (الاعراف: ۳)	اے اولاد آدم اللہ نے تم پر لباس اسی لیے اتارا ہے کہ تمہارے جسموں کو ڈھانکے اور تمہارے لیے موجب زینت ہو۔

اس آیت کی رو سے جسم ڈھانکنے کو ہر مرد و عورت کے لیے فرض کر دیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت احکام دیے کہ کوئی شخص کسی کے سامنے برہنہ نہ ہو۔

ملعون من نظر الی سوأۃ اخیہ (احکام القرآن للجصاص)	ملعون ہے وہ جو اپنے بھائی کے ستر پر نظر ڈالے۔
لا ینظر الرجل الی عورۃ الرجل ولا المرأۃ الی عورۃ المرأۃ (باب تحریم النظر الی العورات)	کوئی مرد کسی مرد کو اور کوئی عورت کسی عورت کو برہنہ نہ دیکھے۔
لان اخر من السمأ فانقطع نصفین احب الی من ان انظر الی عورۃ احد او ینظر الی عورتی (المبسوط کتاب الاستحسان)	خدا کی قسم) میں آسمان سے پھینکا جاؤں اور میرے دو ٹکڑے ہو جائیں یہ میرے لیے زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ میں کسی کے پوشیدہ مقام کو دیکھوں یا کوئی میرے پوشیدہ مقام کو دیکھے۔
ایاکم والتعری فان معکم من لا یفارقکم الا عند الغائط وحین یفضی الرجل الی اھلہ (ترمذی باب ما جاء فی الاستتار)	خبردار کبھی برہنہ نہ رہو کیونکہ تمہارے ساتھ وہ ہے جو تم سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔ سوائے قضاء حاجت اور مباشرت کے وقت کے۔
اذا اتی احدکم اھلہ فلیستتر ولا یتجرد تجرد العیرین (ابن ماجہ باب التستر عند الجماع)	جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جائے تو اس وقت بھی ستر ڈھانکے اور بالکل گدھوں کی طرح ننگا نہ ہو جائے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ کے اونٹوں کی چراگاہ میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ

ان کا چرواہا جنگل میں ننگا لیٹا ہے۔ آپ نے اسی وقت اسے معزول کر دیا اور فرمایا لا یعمل لنا من لاحیاء لہ "جو شخص بے شرم ہے وہ ہمارے کسی کام کا نہیں"

مردوں کے لیے ستر کے حدود ان احکام کے ساتھ عورتوں اور مردوں کے لیے جسم ڈھانکنے کے حدود بھی الگ الگ مقرر کیے گئے۔ اصطلاح شرعی میں جسم کے اس حصے کو ستر کہتے ہیں جس کا ڈھانکنا فرض ہے۔ مردوں کے لیے ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ "ستر" قرار دیا گیا، اور حکم دیا گیا کہ اس کو نہ کسی کے سامنے کھولیں نہ کسی دوسرے شخص کے اس حصہ پر نظر ڈالیں۔

عن ابی ایوب الانصاری عن النبی صلعم مافوق الرکبتین من العورۃ واسفل من السرۃ من العورۃ (دارقطنی)	جو کچھ گھٹنے کے اوپر ہے وہ چھپانے کے لائق ہے اور جو کچھ ناف سے نیچے ہے وہ چھپانے کے لائق ہے۔
عورۃ الرجل مابین سرتہ الی رکبتہ (مبسوط)	مرد کے لیے ناف سے گھٹنے تک کا حصہ چھپانے کے لائق ہے۔
عن علی ابن ابی طالب عن النبی صلعم لا تبرز فخذک ولا تنظر الی فخذ حی ولا میت (تفسیر کبیر آیۃ قل للمومنین یغضوا من ابصارھم)	اپنی ران کو کسی کے سامنے نہ کھول اور نہ کسی زندہ یا مردہ شخص کی ران پر نظر ڈال۔

یہ حکم عام ہے جس سے بیویوں کے سوا اور کوئی مستثنیٰ نہیں، چنانچہ حدیث میں ہے۔

احفظ عورتک الامن زوجتک او ما ملکت یمینک (احکام القرآن للجصاص جلد ۳ صفحہ ۳۷۲)	اپنے ستر کی حفاظت کرو بجز اپنی بیویوں کے اور ان لونڈیوں کے جو تمہارے تصرف میں ہوں۔

عورتوں کے لیے ستر کے حدود عورتوں کے لیے ستر کے حدود اس سے زیادہ وسیع رکھے گئے۔ ان کو حکم دیا گیا کہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کے سوا تمام جسم کو تمام لوگوں سے چھپائیں۔ اس حکم میں باپ، بھائی اور تمام رشتہ دار مرد ــــ شامل ہیں، اور شوہر کے سوا کوئی مرد اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

لا یحل لامرأۃ تومن باللہ والیوم الاخر ان تخرج یدہا الا الی ھاھنا و قبض نصف الذراع۔ (ابن جریر)	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی ایسی عورت کے لیے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتی ہو جائز نہیں کہ وہ اپنا ہاتھ اس سے زیادہ کھولے۔ یہ کہکر آپ نے اپنی کلائی کے نصف حصہ پر ہاتھ رکھا۔
الجاریۃ اذا حاضت لم یصلح ان یری منہا الا وجہہا و یدہا الی المفصل۔ (ابوداؤد)	لڑکی جب بالغ ہو جائے تو اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آنا چاہیے سوائے چہرے اور کلائی کے جوڑ تک ہاتھ کے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اپنے بھتیجے عبداللہ بن الطفیل کے سامنے زینت کے ساتھ آئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ یہ تو میرا بھتیجا ہے۔ حضور نے فرمایا۔

اذا عرقت المرأۃ لم یحل لہا ان تظہر الا وجہہا والا مادون ھذا و قبض علی ذراع نفسہ فترک بین قبضتہ و بین الکف مثل قبضۃ اخری۔ (ابن جریر)	جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ اپنے جسم میں سے کچھ ظاہر کرے سوائے چہرے کے اور سوائے اس کے۔ یہ کہکر آپ نے اپنی کلائی پر اس طرح ہاتھ رکھا کہ آپ کی گرفت کے مقام اور ہتھیلی کے درمیان صرف ایک مٹھی بھر جگہ باقی تھی۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی تھیں، ایک مرتبہ آپ کے سامنے باریک لباس پہنکر حاضر ہوئیں اس حال میں کہ جسم اندر سے جھلک رہا تھا۔ حضور نے فوراً نظر پھیر لی اور فرمایا:۔

یا اسماء ان المرأۃ اذا بلغت المحیض لم یصلح ان یری منہا الا ھذا و ھذا واشار الی وجہہ وکفہ (تکملہ فتح القدیر)	اے اسماء عورت جب سن بلوغ کو پہنچ جائے تو درست نہیں کہ اسکے جسم میں سے کچھ دیکھا جائے بجز اسکے اور اس کے۔ یہ کہکر آپ نے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا۔

حفصہ بنت عبدالرحمٰن حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور وہ ایک باریک دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھیں۔ حضرت عائشہ نے اس کو پھاڑ دیا اور ایک موٹی اوڑھنی ان پر ڈالی (موطا امام مالک)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لعن اللہ الکاسیات العاریات۔ اللہ کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو لباس پہن کر بھی ننگی کی ننگی رہیں۔

حضرت عمر کا ارشاد ہے کہ اپنی عورتوں کو ایسے کپڑے نہ پہناؤ جو جسم پر اس طرح چُست ہوں کہ سارے جسم کی ہئیت نمایاں ہو جائے (المبسوط۔ کتاب استحسان)

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کے سوا عورت کا پورا جسم ستر میں داخل ہے جس کو اپنے گھر میں اپنے قریب ترین عزیزوں سے بھی چھپانا اس پر واجب ہے۔ وہ شوہر کے سوا کسی کے سامنے اپنے ستر کو نہیں کھول سکتی خواہ وہ اس کا باپ، بھائی، یا بھتیجا ہی کیوں نہ ہو۔ حتّٰی کہ وہ ایسا باریک لباس بھی نہیں پہن سکتی جس میں سے ستر نمایاں ہوتا ہو۔

اس باب میں جتنے احکام ہیں وہ سب جوان عورت کے لیے ہیں۔ ستر کے احکام اس وقت سے عائد ہوتے ہیں جب عورت سن رشد کے قریب پہنچ جائے، اور اس وقت تک نافذ رہتے ہیں جب تک اس میں صنفی کشش باقی رہے۔ اس عمر سے گذر جانے کے بعد احکام میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے۔

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ ؕ وَ اَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ (النور: ۸)

اور رہیں بوڑھی عورتیں جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں اگر اپنے دوپٹے اتار رکھا کریں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ اپنی زینت کی نمائش مقصود نہ ہو۔ اور اگر وہ احتیاط رکھیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہے۔

یہاں تخفیف کی علت صاف بیان کر دی گئی ہے۔ نکاح کی امید باقی نہ رہنے سے ایسی عمر مراد ہے جس میں صنفی خواہشات فنا ہو جاتی ہیں اور کوئی کشش بھی باقی نہیں رہتی۔ تاہم مزید احتیاط کے طور پر یہ شرط لگا دی گئی کہ زینت کی نمائش مقصود نہ ہو۔ یعنی اگر صنفی خواہشات کی ایک چنگاری بھی سینہ میں باقی ہو تو دوپٹہ وغیرہ اتار کر بیٹھنا درست نہیں۔ تخفیف صرف اُن بڑی بوڑھیوں کے لئے ہے جن کو سن رسیدگی نے لباس کی قیود سے بے پروا کر دیا ہو اور جن کی طرف بجز احترام کی نظروں کے اور کسی قسم کی نظریں اٹھنے کا کوئی امکان نہ ہو۔ ایسی عورتیں گھر میں بغیر دوپٹے اور اوڑھنی کے بھی رہ سکتی ہیں۔

استیذان اس کے بعد دوسری حد یہ قائم کی گئی کہ گھر کے آدمیوں کو بلا اطلاع اچانک گھروں میں داخل ہونے سے منع کر دیا گیا تاکہ عورتوں کو کسی ایسے حال میں نہ دیکھیں جس میں مردوں کو انھیں نہ دیکھنا چاہیے۔

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (النور: ۸)

اور جب تمہارے لڑکے سن بلوغ کو پہنچ جائیں تو چاہیے کہ وہ اسی طرح اجازت لے کر گھر میں آئیں جس طرح اُن کے بڑے ان سے پہلے اجازت لے کر آتے تھے۔

یہاں بھی علت حکم پر روشنی ڈال دی گئی ہے۔ استیذان کی حد اسی وقت سے شروع ہوتی ہے جبکہ صنفی احساس پیدا ہو جائے۔ اس سے پہلے اجازت مانگنا ضروری نہیں۔

اس کے ساتھ غیر لوگوں کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہوں۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰى اَهْلِهَا۔ (النور: ۴)

اے اہل ایمان! اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک کہ اہل خانہ سے پوچھ نہ لو اور جب داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو۔

اصل مقصد اندرون خانہ اور بیرون خانہ کے درمیان حد بندی کرنا ہے تاکہ اپنی خانگی زندگی میں عورتیں اور مرد اجنبیوں کی نظروں سے محفوظ رہیں۔ اہل عرب ابتدا میں ان احکام کی علت کو نہ سمجھ

سکے، اس لیے بسا اوقات وہ گھر کے باہر سے گھروں میں جھانک لیتے تھے۔ ایک مرتبہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی یہ واقعہ پیش آیا۔ آپ اپنے حجرہ میں تشریف رکھتے تھے۔ ایک شخص نے باہر سے جھانکا۔ اس پر آپ نے فرمایا "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تو جھانک رہا ہے تو میں تیری آنکھ میں کوئی چیز چبھو دیتا۔ استیذان کا حکم تو نظروں سے بچانے ہی کے لیے دیا گیا ہے"[1]۔ اس کے بعد آپ نے اعلان فرمایا کہ "اگر کوئی شخص کسی کے گھر میں بلا اجازت دیکھے تو گھر والوں کو حق ہے کہ اسکی آنکھ پھوڑ دیں"[2]۔

پھر اجنبی مردوں کو حکم دیا گیا کہ کسی دوسرے کے گھر سے کوئی چیز مانگنی ہو تو گھروں میں نہ چلے جائیں بلکہ باہر پردے کی اوٹ سے مانگیں۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ (الاحزاب: ۱۷)	اور جب تم عورتوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کی اوٹ سے مانگو۔ اس میں تمہارے دلوں کے لیے بھی زیادہ پاکیزگی ہے اور ان کے دلوں کے لیے بھی۔

یہاں بھی حد بندی کے مقصد پر ذالکم اطہر لقلوبکم وقلوبھن سے پوری روشنی ڈال دی گئی ہے۔ عورتوں اور مردوں کو صنفی میلانات اور تحریکات سے بچانا ہی اصل مقصود ہے، اور یہ حد بندیاں اسی لیے کی جا رہی ہیں کہ عورتوں اور مردوں کے درمیان خلا ملا اور بے تکلفی نہ ہونے پائے۔

یہ احکام صرف اجانب ہی کے لیے نہیں بلکہ گھر کے خدام کے لیے بھی ہیں۔ چنانچہ روایت میں آیا ہے کہ حضرت بلال یا حضرت انس نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے کسی بچے کو مانگا تو آپ نے پردے کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر دیا[3]، حالانکہ یہ دونوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدامِ خاص تھے اور

---

[1] بخاری۔ باب الاستیذان من اجل البصر۔

[2] مسلم باب تحریم النظر فی بیت غیرہ۔

[3] فتح القدیر۔

آپ کے پاس گھروالوں کی طرح رہتے تھے۔

تخلیہ اور لمس کی ممانعت | تیسری حد بندی یہ کی گئی کہ شوہر کے سوا کوئی مرد کسی عورت کے پاس نہ تخلیہ میں رہے اور نہ اس کے جسم کو مس کرے خواہ وہ قریب ترین عزیز ہی کیوں نہ ہو۔

عن عقبہ بن عامر ان رسول اللہ صلعم قال ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل من الانصار یا رسول اللہ افرأیت الحمو۔ قال الحمو الموت[1]

عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا خبردار عورتوں کے پاس تنہائی میں جاؤ۔ انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ دیور اور جیٹھ کے متعلق کیا ارشاد ہے۔ فرمایا وہ تو موت ہے۔

لا تلجوا علی المغیبات فان الشیطان یجری من احدکم مجری الدم[2]

شوہروں کی غیر موجودگی میں عورتوں کے پاس جاؤ کیونکہ شیطان تم میں سے کسی کے اندر خون کی طرح گردش کر رہا ہے۔

عن عمرو ابن عاص قال نہانا رسول اللہ صلعم ان ندخل علی النساء بغیر اذن ازواجھن[3]

عمرو بن عاص کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو عورتوں کے پاس ان کے شوہروں کی اجازت کے بغیر جانے سے منع فرمایا۔

لا یدخلن رجل بعد یومی ھذا علی مغیبۃ الا ومعہ رجل او اثنان (مسلم۔ باب تحریم الخلوۃ بالاجنبیہ)

آج کے بعد سے کوئی شخص کسی عورت کے پاس اسکے شوہر کے غیاب میں نہ جائے تاوقتیکہ اس کے ساتھ ایک دو آدمی اور نہ ہوں۔

ایسے ہی احکام لمس کے متعلق بھی ہیں۔

قال النبی صلعم من مس کف امرأۃ لیس منھا

حضورؐ نے فرمایا جو شخص کسی ایسی عورت کا ہاتھ چھوئیگا جسکے

---

[1] ترمذی باب ما جاء فی کراھیۃ الدخول علی المغیبات۔ بخاری: باب لا یخلون رجل بامرأۃ الا ذو محرم۔ مسلم: باب تحریم الخلوۃ بالاجنبیہ

[2] ترمذی باب کراھیۃ الدخول علی المغیبات [3] ترمذی: باب فی النہی عن الدخول علی النساء الا باذن ازواجھن۔

بسبیل وضع علی کفہ جمر یوم القیمۃ۔ (شمل شرح فتح القدیر) ساتھ اس کا جائز تعلق نہ ہو، اسکی ہتیلی پر قیامت کے روز انگارا رکھا جائیگا

حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے صرف زبانی اقرار لے کر بیعت لیا کرتے تھے۔ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہ لیتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی ایسی عورت کے ہاتھ کو مس نہیں کیا جو آپ کے نکاح میں نہ ہو۔[1]

اُمیمہ بنت رُقیقہ کا بیان ہے کہ میں چند عورتوں کے ساتھ حضور سے بیعت کرنے حاضر ہوئی۔ آپ نے ہم سے اقرار لیا کہ شرک، چوری، زنا، بہتان تراشی و افترا پردازی، اور نبی کی نافرمانی سے احتراز کرنا۔ جب اقرار ہو چکا تو ہم نے عرض کیا کہ تشریف لائیے تاکہ ہم آپ سے بیعت کریں۔ آپ نے فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔ صرف زبانی اقرار کافی ہے۔[2]

یہ احکام بھی صرف جوان عورتوں کے لیے ہیں۔ سن رسیدہ عورتوں کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا جائز ہے اور انکو چھونا بھی ممنوع نہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر کے متعلق منقول ہے کہ وہ ایک قبیلہ میں جاتے تھے جہاں انہوں نے دودھ پیا تھا اور آپ اس قبیلہ کی بوڑھی عورتوں سے مصافحہ کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر کے متعلق یہ روایت ہے کہ وہ ایک بوڑھی عورت سے پاؤں اور سر دبوایا کرتے تھے۔ یہ امتیاز جو بوڑھی اور جوان عورتوں کے درمیان کیا گیا ہے، خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دراصل دونوں صنفوں کے درمیان ایسے اختلاط کو روکنا مقصود ہے جو فتنے کا سبب بن سکتا ہو۔

محرموں اور غیر محرموں کے درمیان فرق یہ تو وہ احکام تھے جن میں شوہر کے سوا تمام مرد شامل ہیں خواہ وہ محرم ہوں یا غیر محرم۔ عورت ان میں سے کسی کے سامنے اپنا ستر یعنی چہرے اور ہاتھ کے سوا جسم کا کوئی حصہ نہیں کھول سکتی۔ بالکل اسی طرح جس طرح مرد کسی کے سامنے اپنا ستر یعنی ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ نہیں کھول

---

[1] بخاری باب بیعۃ النساء۔ مسلم، باب کیفیت بیعۃ النساء۔

[2] نسائی باب بیعۃ النساء۔ ابن ماجہ باب بیعۃ النساء۔

سکتا)۔ سب مردوں کو گھر میں اجازت لے کر داخل ہونا چاہیے۔ اور ان میں سے کسی کا عورت کے پاس خلوت میں بیٹھنا یا اسکے جسم کو ہاتھ لگانا جائز نہیں[1]۔

اسکے بعد محرموں اور غیر محرموں کے درمیان تفریق کی جاتی ہے۔ قرآن اور حدیث میں تفصیل کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ آزادی اور بے تکلفی کے کونسے مدارج ایسے ہیں جو صرف محرم مردوں کے سامنے برتے جاسکتے ہیں اور غیر محرم مردوں کے سامنے برتنے جائز نہیں ہیں۔ یہی چیز ہے جسکو عرف عام میں پردہ یا حجاب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

---

[1] جسم کو ہاتھ لگانے کے معاملہ میں محرموں اور غیر محرم مردوں کے درمیان کافی فرق ہے۔ بھائی اپنی بہن کا ہاتھ پکڑ کر اسے سواری پر چڑھا یا اتار سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات کسی غیر مرد کے لیے نہیں ہے۔ آنحضرت صلعم جب کبھی سفر سے واپس آتے تو حضرت فاطمہ کو گلے لگا کر سر کا بوسہ لیتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر حضرت عائشہ کے سر کا بوسہ لیتے تھے۔